

جب اس ازگوارہ خاک میں ہوتا ہے تقیر پیدا ہو تو کریم ہے یہ بال پروردگار اللہ تعالیٰ پیدا

فتراکِ سُوَال

وَاللّٰهُ
عَلَمُ الْغُیُّوْبِ

بیشتر مشدک کتب

کا جائزہ

نورِ مبین اور کلامِ اقبال کی روشنی میں

محمد اشرف خان (حسن زئی)

مکتبہ اشرفیہ مریدکے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

58703

نام کتاب _____ فتوح رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف _____ محمد اشرف خان (حسن زئی)

ناشر بار اول _____ فیروز سنز راولپنڈی

ناشر بار دوم _____ بابو عبد المجید قادری (مریدکے)

طبع اول _____ جنوری ۱۹۸۲ء ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

تعداد طبع اول _____ ایک ہزار

طبع ثانی _____ اکتوبر ۱۹۸۲ء ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ

تعداد طبع ثانی _____ ایک ہزار

مطبع _____ منظورپننگ پولیس لاہور

ملنے کا پتہ _____ مکتبہ اشرفیہ مریدکے ضلع شیخوپورہ

فیروز سنز راولپنڈی صدر ایڈیٹر

قیمت : : : ۲۷ روپے



عجب کیا کر مہ و پروین میرے پخیر ہو جائیں
 کہ برفتراک صاحب دلتے بستم سر خود را
 وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل حسنے
 غبارِ راہ کو بخشا شروعِ وادعی سینا
 نگاہِ عشقِ مستی میں وہی اول وہی آخر!
 وہی قرآن وہی فرقان وہی سین وہی طابا



(اقبالؔ)

انتساب

راہِ حق کی اس اولوالعزم مستکمل شہی روح

کے نام !

جس سے حضرت شہداء اقبالؒ نے قرایا تھا!

”گذر جا عقلؐ سے آگے کہ یہ نورؐ!

چراغِ راہؐ ہے منشا نزل نہیں ہے



فہرست ابواب

آغاز	_____	عرض مصنف
باب اول	_____	بشر
باب دوم	_____	تخلیق آدم
باب سوم	_____	اقبال اور عشق رسول
باب چہارم	_____	اصحاب رسول
باب پنجم	_____	بارگاہ رسول
باب ششم	_____	آئین مسلمان



باب اول

- بشر کی حقیقت _____
- بشر کا آغاز و انجام _____
- بشر کی صفات _____

نقش ہیں سب نا تمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سو دائے خام خون جگر کے بغیر



(اقبال)

عرضِ مُصَنَّفِ

کسی کے بس میں نہیں کہ محبوبِ خدا کی کما حقہ توصیف کر سکے، عقل و دانش کی بلند پروازیاں بردور میں تھک ہار کر یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوئیں کہ —
 لا یکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ محقر
 اس جہان رنگ و بو میں بے شمار عاشقانِ رسول آپ کی شان و رفعتِ ذکوک کی جلوہ تابانیوں سے مسحور ہو کر لولائکِ ماخلقت کے بھید سے آگاہی حاصل کرنے میں علمیں گزار کر چل دیئے۔ لیکن ہر ایک کی سعی و کوشش کا نتیجہ مرزا غالب مرحوم نے یوں بیان فرمایا ہے اور بیخ فرمایا ہے —

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گدا شتیم کائنات پاک مرتبہ دان محمد است
 شاعرِ اسلام، ترجمانِ حقیقت حضرت علامہ اقبال نے عشقِ رسول کی نئے سے سرشار ہو کر جب اس مقام کی بلندیوں پر غور فرمایا تو بے ساختہ پکار اٹھے —

قوتِ قلب و نظر گردوبنی از خدا محبوب تر گردوبنی

عقل و خرد کی درماندگی مقامِ بشریت میں ایسی کھوئی ہوئی نظر آتی ہے کہ مقامِ محمود کی، بندیوں کو چھوٹا اس کے بس میں نہیں جس کا لازمی نتیجہ موجودہ دور کے تعلیم یافتہ حضرات کی قابلِ افسوس کم فہمی ہے مجھے اعتراف ہے کہ میری سعی و کوشش کسی صورت اہل نہیں عشقِ رسول کی ایک چنگاری کا کرشمہ ہے کہ مجھ جیسے ناچیز نے اُس ذاتِ اقدس کی توصیف لکھنے کے واسطے قلم اٹھایا ہے جن کی تعریف کائنات کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے خالقِ کائنات خود درود

و سلام بھیج رہا ہے اور تمام قدسی اپنے رب کے ساتھ ہمہنوا ہیں ناممکن ہے کہ میں ناظرین کو مقام محمود کی اس بلندی کا جلوہ دکھا سکوں جو اس کا حق ہے بہر حال میں نے حتی الوسع قرآن حکیم کی روشنی میں مقام محمود اور مقام بشریت کو سمجھنے کی کوشش کی ہے جس کا نتیجہ ناظرین کے سامنے ہے۔

ہو سکتا ہے کہ مقام محمود کی رفعت و بلندی جو اس کتاب میں بیان کی ہے عقل نارسا کی زد سے باہر ہو ایسے مقام پر ہمیشہ یہ حقیقت مد نظر رکھیے کہ اتنے بلند و بالا مقام کی عطا و بخشش کا اعتراف اور یقین خدا نخواستہ تم خدا نخواستہ کوئی بشرک نہیں بلکہ اس رب رحیم و کریم کا وہ عظیم فضل و احسان ہے جو اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمایا اور اللہ تعالیٰ سر بلندی عطا فرمانے پر قطعی قادر ہے حقیقت یہ ہے کہ مقام محمود کی صحیح اہمیت وہی جانتا ہے جس نے یہ مقام عطا فرمایا ہے اور جس کا اعلان ہے و لسوف يعطيك ربك فترضی

اے پیغمبر اسلام آپ کا رب آپ کو وہ مقام عطا فرمائے گا جس سے آپ راضی ہو جائیں گے۔

محمد شرف خان

کوٹ نجیب اللہ ہزارہ
ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

بشر کی حقیقت

قرآن کریم میں ارشادِ باری ہے :-

”اے پیغمبرِ اسلام فرمادیجئے کہ میں تمہاری مثل ایک بشر ہوں البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ آپ کا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی نہیں پس جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اچھے کام کرے اور اپنے پروردگار کی بندگی میں کسی کوشش نہ کرے“ (سورۃ الکہف)

مندرجہ بالا آیت کے علاوہ چند دیگر آیات میں بھی حضور کو بشر فرمایا گیا ہے جس سے کوئی ذی فہم انکار نہیں کر سکتا لیکن یہ سمجھنا یقیناً صبراً زام مطالعہ اور غور و فکر چاہتا ہے کہ بشر کا صحیح مقام کیا ہے اور اس اعلان کا مقصد و مدعا کیا ہے اس اہم نکتہ کو سمجھنا ہر صاحب فکر کے واسطے ضروری ہے کیونکہ اس مقام کا غلط یقین ہے جس کے زیر اثر بسا اوقات بڑے بڑے علمائے کرام جن کی علمی استعداد لاری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر تحریر و تقریر میں واحد غائب کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں انسانی عقل، اس اندازِ مخاطب کے جواز پر کچھ ہی کہہ لے لیکن مجھ جیسے سادہ محبت رکھنے والوں کے واسطے ایسی تحریر و تقریر ہمیشہ ناگوار رہی ہے کیونکہ

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قدموں میں

یہاں میں ایک ناخوشگوار واقعہ نقل کرنے پر مجبور ہوں کہ ایک دفعہ میں نے عید میلاد النبی کے موقع پر ایک جلسہ کا اہتمام کیا اور ضروری اخراجات کے واسطے اپنے رفقاء سے چندہ کی اپیل کی ایک تعلیم یافتہ نوجوان نے اس اپیل پر لکھا کہ میں وہابی ہوں چندہ نہیں دیتا۔ ایک حساس دل ایک نوجوان مسلمان کا یہ طرز فکر دیکھ کر جل گیا میں نے وہابی مسلک

کا مطالعہ نہیں کیا تھا لیکن میرے سامنے ایک نوجوان محترم موجود تھا جو اپنے وہابی ہونے کی وجہ سے عید میلاد النبی کے جلسہ کے واسطے چندہ دینا گناہ سمجھ رہا تھا میں نے اس نوجوان کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس کے ذہن میں موت و حیات کا فلسفہ کچھ اس طرح جاگزیں تھا کہ ہر بشر کو موت آنی ہے اور جو بھی بشر ہے جب فوت ہو جائے تو قیامت قائم اس کی نظروں اس حقیقت سے دور تھیں کہ

ہرگز نیر و آنکہ دلش زندہ شد عشق

ثبت است بوجہ یہ عالم دوام ما

یہ سمجھنا بلاشبہ غلط ہے کہ کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت نہیں رکھتا لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ حضور کو جو مقام محمود حق تعالیٰ نے بخشا ہے اسے بہت سے مسلمانوں نے نہیں سمجھا اور سب سے بڑی الجھن فکر کی ان غلط کاوشوں کا نتیجہ ہے جو انما انا بشر کی تسمیہ تک نہ پہنچ سکیں اور بشر کو معنی عام انسان سمجھ کر ٹھکر کر رہے کھاتی رہیں لہذا یہ ضروری ہے کہ بشر کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ بشر مرکب ہے چند اجزاء کا جن کو مناسب صورت عطا کر دی گئی ہے اور جن کی ضروریات یکساں ہیں تو یہ سمجھنا غلط ہے قرآن حکیم کا ارشاد ہے :-

” ان لوگوں کو اس آدمی کا حال پڑھ کر سنائیے جسے ہم نے اپنی نشانیاں ہی تھیں لیکن پھر ایسا ہوا کہ اس نے وہ جامہ آمارہ دیا ردائش و نسیم کا پس شیطان اس کے پیچھے لگا نتیجہ یہ نکلا کہ گمراہوں میں ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو ان نشانوں کے ذریعے اس کا مرتبہ بلند فرماتے مگر وہ پستی کی طرف جھکا اور ہوائے نفس کی پیروی کی تو اس کی مثال کتے کی سی ہوگی، مشقت میں ڈالو جب بھی ہانپے اور زبان لٹکائے پھوڑ دو جب بھی ایسا کرے ایسی ہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائیں آپ یہ حکایتیں لوگوں کو سنائیں تاکہ ان پر غور و فکر کریں (سورہ اعراف)

قرآن کریم ہر ایسے انسان کو جو بشر کو صرف چند اعضاء کا مجموعہ سمجھتا ہے جس کے

دو ہاتھ، دو کان، ایک ناک، دو پاؤں، ایک سر ہے دعوتِ غور و فکر دے رہا ہے
ایک ایسے ہی انسان کی مثال بیان فرما کر جو بلاشبہ یہ تمام اعضاء رکھتا تھا اور جس کی
ساری ضروریات زندگی یعنی وہی تھیں جو ہر ایسے اعضاء کے مرکب، انسان کی ہو سکتی
ہیں لیکن وہ خدا کی راہ سے ہٹ گیا تھا اس واسطے وہ کتے کی مثال ہو گیا نہایت
نجس شے، ملاحظہ فرمایا آپ نے مقام بشریت کیا ہے اسی صورت میں فرمان ہے ا
”اے حبیب اگر آپ ان کو سیدھی راہ بلائیں تو کبھی آپ کی پکار نہ سنیں
آپ کو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ حقیقت
یہ ہے کہ دیکھتے نہیں۔“

یہاں قرآن حکیم ان ظاہر بین آنکھوں کی نفی کر رہا ہے جو کائنات کی ہر شے دیکھنے
پر قادر ہیں، لیکن جن کو حق دیکھنے کی توفیق نہیں ایسی بصارت قرآن کے نزدیک بصارت
نہیں رہی سورۃ الانفال میں ارشاد گرامی ہے۔

” بلاشبہ اللہ کے نزدیک بدترین چار پائے وہ انسان ہیں جنہوں نے کفر کی
راہ اختیار کی۔“

غور فرمائیے وہی انسان جو شکل و صورت کی یکسانیت کے فریب میں آکر اللہ کے
ادلو العزم نبیوں کو عام بشریت کی حد میں لانا چاہتا ہے۔ جب راہِ حق سے ہٹ جاتا
ہے تو خود بشریت کے مقام سے گر کر چار پاؤں جیسا ہو جاتا ہے بلاشبہ انسان چند اعضاء
کا مرکب ہے مگر ان سب کو حق کی تلاش میں مصروف رکھنے سے بشریت کا مقام عطا ہوتا
ہے، انسانی شکل و صورت بشر کہلانے کے واسطے نا کافی ہے جو آنکھ حق کو نہیں دیکھتی
وہ بصارت سے محروم ہے جو کان حق کو نہیں سن سکتے وہ بلاشبہ ہرے ہیں جو دل حق
کی صداقتوں پر ایمان نہیں لاسکتا وہ یقیناً اندھا ہے جو پاؤں ایک لاش کو اٹھائے
چلتے پھرتے ہیں وہ پاؤں کہلانے کے حق دار نہیں رہتے ایسے اعضاء سے جو انسان مرکب
ہوگا قرآن اس کو کتے کی مثال قرار دیتا ہے حضرت علامہ اقبالؒ انسان کی حق سے آی
لا علمی کی وجہ سے اس کی نوئےِ غلامی پر چوٹ فرماتے ہیں۔

یعنی درخوئے غلامی زسگاں خوار تراست

من ندیدم کہ سگے پیش سگے سر خم کر د!

ترجمہ ۱۔ یعنی ایسا انسان خوئے غلامی میں کتے سے بھی بدتر ہے کیونکہ میں نے کسی کتے کو کتے کا غلام نہیں دیکھا۔

پس معلوم ہوا کہ تسرائن حکیم کی روشنی میں بشر کے وہ معنی نہیں جس کا ہم تصور کر کے انسانی بشر کی تادیلات میں اچھتے رہتے ہیں اور کیا پتہ بجائے سود کے زیاں حاصل کر رہے ہوں دراصل قرآنی تعلیم یہ ہے کہ تمام انسان پیدائش میں برابر ہیں ہر ایک کو ایک ہی طرح کا جسم اور ایک ہی وضع کے اعضاء عطا فرمائے ہر ایک کی ضروریات زندگی ایک سی ہیں ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ عالم رنگ و بو میں آنے سے پہلے، شکم مادر کی ظلمات سے گذرے، پیچن، جوانی، بڑھاپا کی منزلیں طے کرتا ہوا اپنے آخری انجام کو پہنچ جائے لیکن سوال اٹھتا ہے کہ کیا ہر ایک انسان کی زندگی ایک جیسی ہوتی ہے کیا چند ضروری چیزوں کی یکسانیت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسے اعضاء کا ہر انسان ہر لحاظ سے ایک جیسے مقام و مرتبہ کا مالک ہے اور کیا یہ ممکن ہے کہ بعض بگزیہ ہستیاں ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتی ہیں جہاں بشریت کے عام اصول لاگو نہیں رہتے بیشتر اس کے کہ ان سوالوں کا جواب ڈھونڈا جائے ایک مثال پر غور فرمائیے جو عام بھی ہے اور قابل غور بھی۔

پاکستان کی آبادی کم و بیش آٹھ کروڑ ہے یہ تمام کے تمام پاکستانی کہلاتے ہیں ہر ایک کے حقوق کے تحفظ کی خاطر ایک ہی طرح کا قانون ہے ہر پاکستانی جہاں چاہے تعلیم حاصل کر سکتا ہے جو پیشہ مرغی ہو اختیار کر سکتے کسی کوئی بندش نہیں یہ بنیادی حق ہے جو ہر ایک کو حاصل ہے لیکن جو نہیں آپ ان بنیادی سطح سے اوپر اٹھیں گے آپ کو بے شمار درجات نظر نہیں آئیں گے گاؤں کے نمبردار سے لے کر پاکستان کے صدر تک، کیا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ صاحب صدر پاکستانی نہیں لیکن کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ جو اختیارات صدر پاکستان کو حاصل ہیں وہ ایک عام مزدور کو بھی حاصل ہیں جو باشبہ

پاکستان ہے ایسا کیوں ہے اس واسطے کہ صدر پاکستان نے زندگی کے ان لمحات کو ضائع نہیں کیا جن کو مزدور نے ضائع کر دیا اور ان صلاحیتوں کا مالک نہ بن سکا جو اسے صدارت پاکستان کا منصب عطا کرتیں لیکن ایک کی یہ غفلت دوسرے کی بیداری کی وجہ سے کتنا اچھڑ پیدا کر گئی ایک ٹنک کے سیاہ و سفید کا مالک ہے دوسرا تان جوین کا محتاج ایک کی سارے ٹنک میں دھوم ہے دوسرے کے بیوی بچے بھی پہچانتے سے پیرا، ایک کے اشارہ پر تقدیر بدل سکتی ہے دوسرا فکر معاش کے چکروں میں خود پھنسا پڑا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ایک مزدور کھڑا ہو کر اعلان کر دے کہ میں اور صدر پاکستان برابر کے پاکستانی ہیں تو بلاشبہ وہ ٹھیک کہتا ہے، لیکن ان دونوں میں جو نمایاں فرق ہے کیا وہ اس اعلان سے ہٹ جائے گا ہرگز نہیں بلکہ ایسا سمجھتا فریب نظر کے سوا کچھ بھی نہیں۔

دوسری واضح بات جو ہر ایک جانتا ہے ہر جگہ کا تفاوت ہے ایک استاد ہے دوسرا شاگرد، دونوں انسان ہیں لیکن شاگرد اپنے انسان ہونے کی یکسانیت کی بنا پر اگر استاد کا ادب چھوڑ دے تو ہر ایک کی نظروں سے گر جائے گا، ایک ملزم ہے دوسرا بیچ دونوں انسان ہیں لیکن ملزم کی زندگی جج کے اختیار تیزی پر ہے چاہے اسے قید کر دے، چاہے پھانسی پر لٹکا دے کیا کوئی ملزم ایک ہی طرح کا انسان ہونے کی آڑ لے کر کسی جج سے کہہ سکتا ہے کہ آپ میرا فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ہم دونوں ایک ہی طرح کے انسان ہیں، ایک ڈاکٹر ہے دوسرا مریض دونوں انسان ہیں لیکن مریض ڈاکٹر کی منت سماجت کے علاوہ ندرانہ مال بھی پیش کرے گا تاکہ اس کا علاج ہو زندگی کے بے شمار گوشوں پر نظر دوڑائیے آپ کو یہ تفاوت نمایاں نظر آئے گا، آپ میں سے کئی ملازم ہوں گے وہ جانتے ہیں ایک ماتحت اور افسیر کا کیا فرق ہے، سپاہی اور افسیر کا ڈنگ میں کیا تفاوت ہے تاجر لوگ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ ایک معمولی کا نڈار فیکٹری کے مالک کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور دونوں کا کردار معاشرہ پر کس طرح اثر انداز ہو رہا ہے اور کچھ نہیں تو ایک مختصر سے گھر پر نظر دوڑائیں یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ چھوٹے اور بڑے کا امتیاز نمایاں ہے ان سب رشتوں میں بنیادی رشتہ جو سب

میں یکساں ہے اپنی جگہ قائم ہے لیکن زندگی کی حقیقتوں میں اس کی اہمیت کہاں گئی اور اگر آپ اس تفادت کو مٹانے پر تامل جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا کا نظام چل سکے معلوم ہوا کہ صرف انسان ہوتا سب کو لائن میں کھڑا نہیں کر سکتا ہاں سہر دست یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ انسان میں قدرت نے ایسی صلاحیتیں پوشیدہ کر رکھی ہیں جن کو بروئے کار لاکر یہ بلند ترین مقام تک پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ اللہ کا فضل شامل حال ہو، لیکن، نبوت وہ بلند مقام ہے جہاں کسی کوشش سے نہیں پہنچا جاسکتا بلکہ یہ اللہ کی دین ہے وہ جسے چاہے رسالت کے عہدہ جلیلہ پر فائز فرمادے اور جن جن بزرگ و پاک ہستیوں کے نصیب میں یہ سعادت ابدی تھی وہ اپنا اپنا حصہ حاصل کر چکے ہیں۔ اب ممکن نہیں کہ کوئی رسالت کے بلند عہدے تک پہنچے۔

پس خدا بر ما شرعت ختم کرد!

(اقبال)

بر رسول ما رسالت ختم کرد!

کہ ایک انسانی شکل و صورت رکھنے والی شخصیت بھی اللہ کی برگزیدہ ہو سکتی ہے چنانچہ سب سے بڑا اعتراض پیغمبرانِ خدا پر یہ تھا کہ آپ انسان ہیں یہ کیسے اللہ کے رسول ہو سکتے ہیں قرآن کریم کا ارشاد ہے :-

”حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ تمہارے پروردگار کی نصیحت ایک ایسے آدمی کے ذریعے تمہیں پہنچی جو تم ہی میں سے ایک آدمی ہے“ (سورۃ اعراف)

”حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ ایک ایسے آدمی کے ذریعے تمہارے پروردگار کی نصیحت تم تک پہنچی جو خود تم ہی میں سے ہے“ (سورۃ اعراف)

”حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کہنے لگی اس سے زیادہ اس کی کیا حیثیت ہے کہ ہماری طرح کا انسان ہے جو کچھ تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتا ہے، جو کچھ تم پیتے ہو یہ بھی پیتا ہے اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کی اطاعت کر لی تو سمجھ لو کہ تم تباہ ہوئے“ (سورۃ المؤمنون)

قرآن کریم میں بے شمار مقامات آیتے آتے ہیں جہاں دعویٰ نبوت کو جھٹلانے والوں نے ایک واضح اور مستمہ اعتراض یہ کیا کہ جو عظیم ہستی دعویٰ نبوت کا اعلان فرما رہی وہ اس واسطے بھوٹی ہے کہ یہ محض ہماری ہی طرح کا انسان ہے انسان کی تعریف جو ان منکرینِ حق کی نظر میں تھی وہ ہمیشہ یہی رہی کہ نبوت کا مدعی ماں باپ رکھتا ہے عام انسانوں کی طرح اس کی پیدائش ہوئی ماں کا دودھ پیا، بچہ تھا جو ان ہو اور وٹی کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، چلتا پھرتا ہے، بازار سے خرید و فروخت کرتا ہے لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھتا ہے، میل ملاپ ہے، سوتا ہے جاگتا ہے، شادی کرتا ہے اولاد کا باپ کہلاتا ہے اعضاء جسمانی میں کوئی فرق نہیں، ہماری ہی طرح ہاتھ پاؤں، ناک، کان اور سر رکھتا ہے لہذا ہم ہی جیسا ہونے کی وجہ سے یہ نبوت کے مقام پر سرفراز نہیں ہو سکتا یہ مقام بلند تو کسی مافوق الفطرت ہستی کا ہونا چاہیے گویا منکرینِ حق نے اس شکل و

صورت کو بنائے انکار بنایا ہے جن کی یکسانیت قرآن کریم کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رہتی بلکہ اس ساری یکسانیت کے باوجود بھی اگر کوئی آدمی راہِ حق سے ہٹ گیا تو کتے کی مثال ہو گیا اور یہ ایسے ہمہ شکل و صورت وہ انسانیت سے گر کر چار پائیوں کی صف میں جا پہنچا جس کی تصدیق قرآن کریم کی ان آیات سے ہوتی ہے جن کا مطالعہ ابھی ابھی آپ فرما چکے ہیں۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے چنانچہ جب سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، سید الانبیا کا زمانہ آیا تو بعینہ وہی سب اعتراضات حضور کی ذات اقدس پر کئے گئے قرآن کریم نے واضح الفاظ میں تردید کی کہ حضور نہ شاعر ہیں، نہ کاہن، نہ مجنون، نہ ان کو جاہ و مرتبہ کی لاشع ہے، نہ اپنی طرف سے کچھ فرما رہے ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور صرف وہی فرماتے ہیں جس کی ان کو وحی فرمائی جاتی ہے۔

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب بھی کسی صداقت کو بھٹلایا جاتا ہے اور تھوٹے بہتانوں سے بدنام کرنے کی کوشش کی جائے تو صداقت کو بیخ ثبات کرنے کے واسطے اس کی تردید لازمی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے کفار کے تمام تھوٹے بہتانوں کو ایک ایک کر کے رد فرما دیا اب کفار کے بشر کے اعتراض پر قرآن کریم جواب میں فرماتا ہے:-

اے محبوب ہم نے آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اسی طرح کے آدمی تھے ان پر ہماری وحی آتی (پھر اے معترضین) اگر تم کو اس بات کا علم نہیں تو ان لوگوں سے پوچھ کر معلوم کر لو جو اہل کتاب میں ہم نے ان نبیوں کو بھی بھیجے جسم کا نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے

تھے، (سورہ انبیاء)

اور ان انبیاء کی قوم نے کیا کیا قرآن کا اعلان ہے:-

ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نصیحت کی باتیں یہم آتی رہیں مگر کبھی ایسا نہ ہوا کہ انہوں نے جی لگا کر سنا ہو وہ سنتے ہیں مگر اس طرح کہ کھیل کود میں لگے ہوتے ہیں اور دل ہیں کہ ایک ظلم غافل اور ظلم کرتے والوں نے چپکے چپکے برگوشیاں کیں کہ یہ آدمی اس کے سوا کیا ہے کہ ہماری ہی طرح کا ایک بشر ہے، (سورہ انبیاء)

یہ حقیقت ہے کہ تمام انبیائے کرام انسان ہی کی شکل و صورت میں جلوہ افروز ہوئے لیکن کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم شکل و صورت پر بحث و تمجیث کو ایک مستقل مسئلہ بنالیں جو صل ہی نہ ہو یا کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم اس ظاہری یکسانیت کی وجہ سے ایسا طرزِ تحریر و تقریر اختیار کریں جس سے ادب و احترام کی پوتہ تک بھی نہ آتی ہو اور کفار کے اس اعتراض کو اتنی وقعت دیں کہ اس حال میں پھنس کر ایمان تک کو خطرہ میں ڈال دیں۔ کیا کسی عاشقِ رسول صحابی نے بھی کبھی حضور سے یہ عرض کی کہ جناب آپ تو بشر ہیں، آپ کو علمِ غیب کی کچھ خبر نہیں وغیرہ وغیرہ پہلے یہ دیکھیے کہ انبیاء کو کیوں انسان ہی کی شکل و صورت عطا فرمائی گئی قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

”حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی اللہ کی ہدایت ظاہر ہوئی تو صرف اس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا کہ متعجب ہو کر کہنے لگے کیا اللہ نے ہماری طرح کا ایک آدمی بنانا بھیجا ہے۔ اے محبوب آپ فرمادیں کہ اگر ایسا ہوتا کہ زمین پر فرشتے بستے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ضرور آسمان سے ایک فرشتہ نبی بنا کر اتار دیتے“ (سورہ بنی اسرائیل)

آیت مندرجہ بالا کا ایک ایک لفظ قابلِ غور ہے اس سے عیاں ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کو انسانی شکل و صورت عطا فرمانے کا مقصد کیا ہے اور ساتھ ہی کسی مافوق الفطرت ہستی کو پیغمبر بنا کر نہ بھیجنے کے جواز میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ مشیت اور حکمت کے خلاف ہے کیونکہ اس صورت میں جو امتحان مقصود ہے وہ نہ ہو سکتا تھا کفار کا اعتراض یہی تھا کہ انسان کے بجائے فرشتے کیوں رسول بن کر نہیں آتے قرآن حکیم نے اس اعتراض کو یوں بیان فرمایا ہے۔

”کہنے لگے یہ کیسے رسول ہے جو روٹی کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ کیوں نہ آتا ان پر فرشتہ جو ان کے ساتھ ڈرتا رہتا“ (سورہ الفرقان)

ایسے بد نعت انسانوں کے متعلق ارشادِ گرامی ہے۔

”کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ ظلم کرنے والی تھیں

اور وہ ایسی ابریں کہ اپنی پھتوں پر گر کر وہ گیس، ہنویں، ناکارہ ہو گئے، سرفلک محل
 کفتر بن گئے، کیا یہ لوگ ملکوں میں چلتے پھرتے نہیں کہ عبرت حاصل کرتے
 ان کے پاس دل ہوتے اور سمجھتے بوجھتے کان ہوتے اور سنتے پاتے حقیقت
 یہ ہے کہ جب کوئی اندھے پن میں پڑتا ہے تو آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں
 دل اندھے ہو جایا کرتے ہیں جو سینوں کے اندر پوشیدہ ہیں، (سورہ حج)

دوسری جگہ ارشاد گرامی ہے :-

”اے محبوب! اگر آپ ان کو سیدھی راہ بلائیں تو کبھی آپ کی پکار نہ نہیں
 آپ کو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ حقیقت
 یہ ہے کہ دیکھتے نہیں،“ (سورہ اعراف)

قرآن حکیم نے ناظرین کے فکر و تدبر کے لئے اعضائے جسمانی کا کھول کر بیان فرما
 دیا ہے جس پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم جس کو بصارت کہتے ہیں قرآن اسے
 اندھا پن فرما رہا ہے وہ آنکھیں بلاشبہ بصارت سے محروم ہیں جو زمین کی زرخیزی
 پانی کی فراوانی، کھاد کی موزونیت، بیج کی اعلیٰ اقسام اور محنت کو اچھی فصل کا سبب
 جانتی ہیں اور اس سے آگے دیکھنے سے محروم ہیں چشم بینا وہ ہے جو ان سب پر دوں
 کے نیچے اس خالق اکبر کے پوشیدہ ہاتھ کو بھی دیکھتی ہے جس نے زمین کو زرخیزی عطا فرمائی
 بس نے سمندروں سے بادل اٹھائے اور پھر سوا کو حکم دیا کہ ان کو اڑا کر فلاں فلاں
 جگہ برسادو، وہ خالق کائنات جس نے زمین کی تاریکی میں ایک معمولی سے بیج کو پالا اور
 پھر سخت زمین کو حکم دیا کہ نرم و نازک پودے کی خوراک مہیا کر دیں تاکہ ایک دانہ
 سے سینکڑوں دانوں والا خوشہ تیار فرما کر اپنے بندوں کی خوراک مہیا فرمائی ۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون ؟

کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب ؟

کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد سازگار ؟

شماک یہ کس کی ہے ؟ کس کا ہے یہ نور آفتاب ؟

کس نے بھرومی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب؟

موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوشے انقلاب؟ (اقبال)

لیکن حیف ہے اس انسان پر کہ اس کی چشم تصور نے اس خالق اکبر کو کبھی پانے کی کوشش نہ کی جو ان تمام پردوں کے پیچھے پھپ کر بھی بے نقاب ہے یہی صورت انسان کے تمام اعضاء کی ہے اور جو عضو بھی اپنے خالق کی تلاش میں سرگرداں نہ ہو وہ اپنی حقیقت کھو بیٹھتا ہے، پھر ان سب اعضاء کا مرکزی مقام دل ہے جو جب اندھا ہو جائے تو باقی تمام اعضاء اپنا اپنا کام پھوڑ جاتے ہیں اور یہی وہ گوشت کا لو ٹھرا ہے جو اندھا رہے تو خون زیادہ کچھ نہیں لیکن جب بیدار ہو جائے تو مقام کبریا بن جاتا ہے۔ حضرت اقبال فرماتے ہیں —

دلِ مردہ دل نہیں اسے زندہ کر دو بارہ

کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم نے بشر کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ منکر بنی حق کے اس اعتراض کے جواب میں تھا جو انہوں نے حضور سرور کائنات پر کیا چونکہ آپ انسانی شکل و صورت میں جلوہ گر تھے اس واسطے اس کی تردید نہیں فرمائی لیکن ساتھ ساتھ یہ اعلان فرمادیا کہ آپ سے پہلے جتنے انبیائے کرام شریفین لائے ہیں سب کو انسانی شکل و صورت ہی عطا فرمائی گئی تھی اس لیے کہ جن کی طرف ان کو اور آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا وہ سب انسان ہی تھے جن کی اصلاح مقصود رہانی تھی لہذا ضروری تھا کہ رسول کو بھی وہی جسم و جان عطا فرما کر وہی ضروریات پیش کر دی جائیں جو عام انسان کو پیش آسکتی ہیں تاکہ وہ ان تمام باتوں کے باوجود اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیں کہ اس جسم و جان میں کوئی ایسا نقص نہیں جو خالق حقیقی کے احکام کی پیروی نہ کر سکے نہ ہی ہماری ضروریات زندگی ایسی ہیں کہ دن رات انہی کو حاصل کرنے کے واسطے کتوں کی طرح سرگرداں پھرتے رہیں اور اللہ کی بندگی اور اس کے احکام سے بیکسر نافل ہو جائیں اگر ایسا نہ ہوتا تو یہی عقل کی میزان پر فیصلہ فرمانے والے چلاتے کہ رسول نے

ایسا اس لیے کیا کہ وہ مافوق الفطرت تھے وہ کہہ سکتے تھے ہم انسان ہو کر نہیں کر سکتے رسول کریم کی حیات اقدس زندگی کی ہر مشکل اور فتح و کامرانی کی ہر منزل سے دوچار ہوئی اس لیے آپ کی تمام امت اور نوع انسانی کا ہر فرد اپنی زندگی کے ہر مسئلے کا حل حضور کی حیات اقدس سے حاصل کر سکتا ہے حضرت سید سلیمان ندوی نے مدراس میں پڑھنے لیکر پنجم میں حضور سرور کائنات کی حیات اقدس کے متعلق ایک ہندو مفکر کی رائے نقل فرمائی ہے یہ لیکچر حضرت سید سلیمان ندوی نے ۱۹۲۵ء میں دیا تھا فرماتے ہیں:-

”حضور کی حیات اقدس میں بیک وقت اس قدر تضاد اور متنوع اوصاف ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یک جا کر کے نہیں دکھائے بادشاہ ایسے کہ پورا ملک ان کی مسٹی میں ہے اور بے بس ایسے کہ خود اپنے آپ کو بھی اپنے قبضہ میں نہیں جانتے بلکہ خدا کے قبضہ میں، دولت مند ایسے کہ خزانے کے خوانے اونٹوں پر لدے ہوئے ان کے دار الحکومت میں آئے ہوں اور محتاج ایسے کہ مہینوں ان کے گھر چولہا نہ جلتا ہو اور اور کسی کئی وقت ان پر فاقے گذرتے ہوں، سپہ سالار ایسے کہ مسٹی بھرتے آدیوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی کی ہو، اور صلح پسند ایسے کہ ہزاروں پر جوش جان شادوں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چون و چرا دستخط کر دیتے ہوں، شجاع و بہادر ایسے کہ ہزاروں کے مقابلے میں تنہا کھڑے ہوں اور نرم دل ایسے کہ کبھی انہوں نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو، بالعلق ایسے کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی ان کو فکر، بیوی بچوں کی فکر، غریب و منطس مسلمانوں کی فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کے سدھار کی فکر، غرض سارے سنسار کی فکر اور بے تعلق ایسے کہ اپنے خدا کے سوا کسی اور کی یاد تک ان کو نہ ہو اور اس کے سوا ہر چیز فراموش ہوا انہوں نے کبھی اپنی ذات کے واسطے اپنے کو برا

کہتے والوں سے بدلہ نہ لیا ہوا اور دشمنوں کو دعائے خیر دی ہو اور بھلا
 چاہا ہو لیکن خدا کے دشمنوں کو کبھی معاف نہ کیا ہو عین اس وقت جب ان
 پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکا ہوتا ہے وہ ایک شرب زندہ دار کی صورت
 میں جلوہ نما ہو جاتے ہیں عین اس وقت جب ان پر کشور کشاف تیغ کا شبہ ہوتا
 ہے وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتے ہیں عین اس
 وقت جب ہم ان کو شاہِ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں وہ کھجور کی چھال کا ٹکڑیہ
 لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھے درویش نظر آتے ہیں عین اس وقت جب
 عرب کے اطراف سے آکر ان کی صحن مسجد میں مال و دولت کا انبار لگا
 ہوتا ہے ان کے گھر میں ناقہ کی تیاری ہوتی ہی ہوتی ہے عین اس وقت جب
 لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بنا کر بھیجے جا
 رہے ہیں فاطمہ الزہرا بنت رسول اللہ جا کر اپنے ہاتھوں کے پھالے اور
 بیٹے کے داغ باپ کو دکھاتی ہیں، لیکن ان کو کوئی لونڈی کوئی غلام نہیں
 دیا جاتا، عین اس وقت جب ادھا عرب ان کے زیرِ نگیں ہوتا ہے حضرت
 عمر حاضر رہا رہتے ہیں، ادھر ادھر نظر اٹھا کر کاشانہ نبوت کے سامان
 کا جائزہ لیتے ہیں آپ ایک کھردری چارپائی پر آرام فرما ہیں جسم مبارک پر
 بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں ایک طرف سٹھی بھر جو رکھے ہیں ایک کھوٹسی پر
 خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے سرورِ کائنات کے گھر کی کل کائنات دیکھ کر

حضرت عمر دپڑتے ہیں سب دریافت ہوتا ہے تو عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اس سے بڑھ کر
 رونے کا اور کیا موقع ہو گا کہ قبیر و کسری تو باغِ بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ پیغمبر
 کو اس حالت میں ہیں، ارشاد رسالت ہوتا ہے تم کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قبیر و کسری دیکھ
 مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت پہنچ فرمایا پر وازہ رسالت نے کہ

آنچه خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیائے کرام کو جو انسانی شکل و صورت

58703

عطا فرمائی گئی جن بشری تعاضوں سے ان کو دو چار ہونا پڑا ان میں یہی مصلحت پوشیدہ تھی کہ دنیا کے باقی انسان جان لیں کہ اس جسم و جان اور اس کی ضرورتوں کو اگر دل کے تابع رکھ کر خدائے بزرگ و برتر کے احکام کی پیروی کی جائے جو بہر صورت ممکن ہے تو اس کی پرواز کا فہتا قدسیوں کو حیران کر دیتا ہے حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں -

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے نقیب پیدا

تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الایمن پیدا

اور اگر نعمت ایمان سے محروم رہے تو اس کی ظاہری شکل و صورت اس کے اعضائے جسمانی اور اس کے تعاضائے بشری کے باوجود وہ انسان نہیں رہتا، چار پایوں کی صف میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کی مثال کتے کی طرح ہو جاتی ہے جو مڑا

ہے کہ بے حق زیت خبہ مردار نیست

گرچہ کس در عالم اوزار نیست ! ! (اقبال)

بشر کی زندگی عبارت ہے چند مراحل سے جن کی ابتدا پیدائش ہے اور انتہا موت بعد از

بشر کا آغاز و انجام

موت جو زندگی عطا ہوگی اس سے کوئی مسلمان منکر نہیں ہو سکتا لیکن سب دوست ہمارا مقصد صرف دنیاوی زندگی سے ہے کیونکہ عام بشر کے جسم و جان میں جو یکسانیت ہے وہی ہمیں دعوتِ فکر دیتی ہے کہ ذرا سوچیں اور معلوم کریں کہ کیا ہر بشر ایک ہی طرح کا ہوتا ہے ایک سی پیدائش، ایک سی زندگی اور ایک سی موت اگر یہ سب باتیں کیسا ہوں تو بلاشبہ ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ہر بشر ایک ہی طرح کا ہوتا ہے اور جسم و جان کا یہ جامہ روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی پذیر نہیں رہتا اور جس طرح موت کے بعد انسان کا جسم گل سڑ جاتا ہے وہ کسی کام کا نہیں رہتا اس طرح اللہ کے برگزیدہ بندے بھی اس عالم رنگ و بوسے روپوش ہونے کے بعد محض ایک بے جان جسم رہ جاتے ہیں جس طرح ہر بشر

آپ کا مشاہدہ ہے اور یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ہر بچہ کی پیدائش ایک

۵۰۰۰۰

ن طریقہ سے ہوئی یہ تو ظاہر میں نگاہ کا فیصلہ ہے لیکن اگر آپ غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ ایسا سرگز نہیں بلکہ ہر نبی مشیتِ ایزدی کا مستقل پیغام بن کر خاص مہشن کے ساتھ پیدا ہوتا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے ۔

اور جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اٹھانے لگے بنیادیں اس گھر کی تو فرمایا اے اللہ قبول فرما ہم سے تو ہی اصل سنتا در جاتا ہے اے رب ہمارے ہم کو اپنا حکم برادر بنانا اور ہماری اولاد میں بھی ایک اُمت حکم برادر اور بتا ہم کو دستور حج کرنے کے اور معاف فرما ہم کو بلاشبہ تو معاف فرمانے والا ہے اور رحیم ہے اے رب ہمارے اٹھان میں ایک رسول انہی میں پڑھے ان پر تیری آیات اور سکھا دے ان کو کتاب و حکمت اور ان کو سنوار تو ہی ہے اصل زبردست حکمت والا، (سورہ بقرہ)

آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ دو بزرگ ترین ہستیاں کون ہیں ایک باپ دوسرا بیٹا دونوں مٹے تو حید سے سرمست دسرشار دونوں عشقِ حق میں اپنی اپنی جان تک پیش کر دینے والے حضرت خلیل نے جب فرود سے نگر لی تو طاغوتی قوتوں نے نار فرود تیار کر کے حضرت خلیل کو اس میں ڈال دیا۔ عشقِ خلیل کی بندگیوں کا اندازہ فرمائیے کہ ایسے نازک وقت دل نہیں ڈگمگاتا خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر عشقِ حق کے حضور قربانی پیش کرتا ہے، اور عقل و خرد کے متوالوں کو محو نیرت کر دیتا ہے۔

بے خطر کو دپڑا آتشِ فرود میں عشق
عقل ہے محو تماشاے لبِ بامِ ابھی

نارِ فرود سے کامرانی کے بعد بڑھاپے کی عمر میں فرزند عطا ہوتا ہے جب وہ سن بونہ کو پہنچتے ہیں تو اللہ کا حکم ہوتا ہے اس فرزند کو ہماری راہ میں قربان فرمائیے بڑھاپے کا واحد سہارا آنکھوں کا تارا، دل کا سکون، اولاد والے سونہ

لیں کہ یہ کتنا مشکل کام ہے لیکن اللہ کا خلیل حکم پاتے ہی بیٹے کو قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں بیٹا بھی کون سے سنتِ اسماعیل، اللہ کا حکم سنتے ہی گردن ٹھیک جاتی ہے کیوں اس واسطے کہ عشق کی آگ بشریت کی جاک کو فنا کر چکی ہے یہاں خمیں و ظن کا گذر نہیں مسامت اندیشی عاشقوں کا شیوہ نہیں محبوب کے حضور دنیا کی ہر چیز قربان کرنا ہی ان کی خوشنودی ہے۔ سر تسلیم خم ہے حضرت اسماعیل کے گلے پر پھری ہے اور حضرت ابراہیم پھری پھیرنے کو بے قرار ہیں اللہ اللہ کیا سپردگی تھی یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی؟

سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندگی!

لیکن مقصود امتحان تھا دنیا کو بتانا تھا کہ تمہاری ہی طرح کا جسم و جان رکھنے والے اولاد کی محبت میں سرشار کس طرح ان تمام بشری تقاضوں کو توڑ کر اللہ کے حکم کی اطاعت کرتا ہے چنانچہ حضرت اسماعیل کی جگہ ایک دنبہ ذبح ہو گیا اور باپ بیٹے نے اللہ کا شکر ادا کیا حکم باری ہوا اسے ابراہیم آپ نے ہمارے امتحانوں میں ثابت قدمی دکھا کر ثابت فرما دیا کہ آپ ہمارے خلیل ہیں یہی خلیل ہیں اور ان کے فرزند ارجمند دنیا کے دو الوال العزم پیغمبر اللہ کے برگزیدہ رسول جو کعبۃ اللہ تعمیر فرما رہے ہیں دیواریں چن چکے تو ہاتھ اٹھا کر اپنے رب سے عرض کر رہے ہیں اے رب ہمارے اٹھا ان میں ایک رسول، اسی میں کا پڑھے ان پر تیری آیات اور سکھا دے ان کو کتاب و حکمت اور ان کا زکیہ فرما دے اللہ کے رسولوں کی یہ دعائے پاک بارگاہِ حق میں قبول ہونی لیکن دو ہزار سال بعد گویا کارکنانِ قدرت ایک طویل مدت تک حضور کی بعثت کے منتظر رہے اور ظہورِ قدسی ہوا تو حضور کی شانِ اقدس میں وہی الفاظ بیان فرمائے جو خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل کی پاک زبانوں سے نکل چکے تھے

ارشاد باری ہے:-

”اللہ نے احسان فرمایا ایمان والوں پر جب بھیجا ان میں رسول انہی

میں کا پڑھتے ہیں ان پر آیات اور سنوارتے ہیں ان کو اور سکھاتے ہیں ان کو کتاب و حکمت اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے، (سورہ آل عمران)

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کو مومنوں پر احسان فرما رہا ہے بشر بشر کی رٹ لگانے والے سوچیں کہ اللہ نے اپنی کسی رحمت کو احسان نہیں فرمایا لیکن حضور کی ذات اقدس کو احسان فرما رہا ہے۔

”اے لوگو بھیجا ہم نے رسول تم میں سے پڑھتے ہیں تمہارے پاس ہماری آیات اور جو سنوارتے ہیں تم کو اور سکھاتے ہیں تم کو جو تم نہ جانتے تھے“ (سورہ بقرہ)

”وہی اللہ ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول اٹھایا پڑھتے ہیں ان لوگوں کے پاس اللہ کی آیات اور ان کو سنوارتے ہیں اور سکھاتے ہیں ان کو کتاب و حکمت اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے،“ (سورہ الحجہ)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ایک عام بچہ کی پیدائش نہ تھی بلکہ آپ کے ظہور قدسی میں اولوالعزم پیغمبروں، رسولوں اور اللہ کے عاشقوں کی دعائیں پوشیدہ تھیں جو سالہا سال پہلے عرش اعظم سے ٹکرا چکی تھیں اسی واسطے آپ کے عشق کا یہ فیض ہے کہ خاک کو ہمدوش ثریا بنا دیتا ہے۔

دل ز عشق او توانے شود

خاک ہمدوش ثریاے شود (اقبال)

”حضور کے عشق سے دل توانائی حاصل کرتا ہے اور ایک خاک کی

انسان ثریا پر ٹھکانا پاتا ہے،“

اس شان امتیازی سے دنیا میں جلوہ افروز ہونے کے بعد حضور کی زندگی کا آغاز ہوا ہے یہ حقیقت کھل چکی ہے کہ مشیت ایزدی کی تھی کہ آپ کو مقام محمود کا بلند ترین مقام عطا فرمایا جانے والا ہے اور آپ کی حیات اقدس ایسے حالات اور واقعات سے دوچار ہو گی جو منفرد ہوں گے کیا ایسے عظیم المرتبت نبی کی زندگی کی ترمیم پر رہنمائی فرمائی گئی ہو گی اور قدرت کا پورے شہید ہاتھ اپنا کام کرنے میں مصروف نہیں رہا ہو گا اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے واسطے قرآن میں بیان شدہ دو واقعات کا ذکر اتہامی ضروری ہے۔

پہلا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا ہے حضرت موسیٰ اللہ کے جلیل القدر رسول اور کلیم اللہ ہیں حصول علم کی ریاس بجائے کے لئے اللہ کے حکم سے حضرت خضر کے ساتھ رہنے کی گزارش کرتے ہیں حضرت خضر نے جرات مرحمت فرماتے ہوئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ جو بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے جب تک میں خود بتاؤں آپ اس کو نسبت سوال کریں حضرت موسیٰ نے شرط مان لیا اور سفر شروع ہو چکا ہے ذہن میں اس بات کو محفوظ رکھیں کہ شرط اللہ کے دو پیر گزیرہ اور ابو العزم پیغمبروں کے درمیان ہے شرط بھلائیے مشکلیں بس ذرا خاموش رہنا ہے اب ملاحظہ فرمائیے کیا ہوا سورۃ کہف میں اور شاید ہے :-

” پھر ایسا ہوا کہ دونوں سفر میں نکلے یہاں تک کہ سمندر کے کنارے پہنچے اور ایک کشتی میں سوار ہوئے اب حضرت موسیٰ کے ساتھی نے یہ کیا کہ کشتی میں ایک دروازہ نکال دی یہ دیکھتے ہی حضرت موسیٰ بول اٹھے آپ نے کشتی میں سے دروازہ نکال دی کہ مسافر غرق ہو جائیں آپ نے کیسی خطرناک بات کی اس کے ساتھی نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے موسیٰ نے کہا بھول ہو گئی اس پر نہ پکڑیئے اگر ایک بات بھول چوک میں

ہو جائے تو آپ سخت گیری کیوں کریں۔
 پھر دونوں آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی کے قریب پہنچے اور انہیں
 ایک لڑکا بلا حضرت موسیٰ کے ساتھی نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔
 اس پر حضرت موسیٰ بول اٹھے آپ نے ایک بے گناہ کی جان لی
 حالانکہ اس نے کسی کی جان لی نہیں تھی آپ نے کیسی برائی کی بات
 کی حضرت موسیٰ کے ساتھی نے کہا کیا میں نے نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ
 میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے حضرت موسیٰ نے کہا اگر پھر میں نے
 کچھ پوچھا تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے اس صورت میں آپ پوری
 طرح معذور سمجھے جائیں گے۔

دو دنوں اور آگے بڑھے یہاں تک کہ ایک گاؤں کے پاس
 پہنچے گاؤں والوں سے کہا ہمارے کھانے کا انتظام کر دو گاؤں
 والوں نے مسلمان نوازی سے صاف انکار کر دیا پھر ان دونوں نے
 دیکھا کہ گاؤں میں ایک پرانی دیوار ہے جو گرا چکا ہے یہ دیکھ کر حضرت
 موسیٰ کے ساتھی نے اس کی مرمت شروع کر دی اور اسے از سر
 نو مضبوط کر دیا اس پر موسیٰ سے نہ ہا گیا اور بول اٹھے اگر آپ
 چاہتے تو اس محنت کا کچھ معاوضہ ان لوگوں سے وصول کرتے
 تب موسیٰ کے ساتھی نے کہا بس اب مجھ میں اور آپ ہیں جدائی
 کا وقت آ گیا ہے ہاں جن باتوں پر آپ سے صبر نہ ہو سکا ان کی
 حقیقت آپ کو بتا دیتا ہوں۔

سب سے پہلے کشتی کا معاملہ لو وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر
 میں منت مزدوری کرتے ہیں وہ جس طرف بڑھ رہے تھے وہاں
 ایک ظالم بادشاہ تھا جس کی اچھی کشتی پاتا ہے اسے زبردستی
 لے لیتا ہے میں نے چاہا اس کشتی میں ایک عیب ڈال دوں تاکہ

بادشاہ کے آدمی اُسے عیبی دیکھ کر قبضہ کرنے سکیں۔

باقی رہا لڑکے کا معاملہ تو اس کے ماں باپ مع من ہیں میں یہ دیکھ کر ڈرا کر ان کو سرکشی اور کفر کی اذیت پہنچائے گا پس میں نے چاہا ان کا پروردگار اس لڑکے سے بہتر انہیں لڑکے دے گا دینداری میں بھی اور محبت میں بھی۔

اور وہ جو دیوار درست کر دی گئی تو اس کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی ہے جس کے نیچے ان کا خزانہ گڑھا ہے ان کے ماں باپ نیک تھے پس تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ محفوظ پا کر نکال لیں اگر وہ دیوار گر جاتی تو ان کا خزانہ محفوظ نہ رہتا یہ ان لڑکوں کے حال پر پروردگار کی مہربانی تھی جو اس طرح ظہور میں آئی میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔“

ان بصیرت افروز واقعات کو حضرت اقبال نے نہایت خوبصورت انداز میں بیان فرمایا۔

کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم !

علم موسیٰ بھی تیرے سامنے حیرت فروش !

قرآن حکیم کے اس واقعہ میں وہ کونسی بات نہیں جو یہ نہ بتا رہی ہو کہ قدرت کا دستِ غیب اپنے کاموں میں کس طرح مصروف رہتا ہے پہلا واقعہ اس امر کا شاہد ہے کہ چند مسکینوں کے مال کی حفاظت مقصود تھی ان کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کس خطرے سے دوچار ہونے والے ہیں جس سے بچاؤ کی خاطر ان کا تھوڑا سا نقصان کر دیا گیا جس سے یقینی طور پر وہ پریشان ہوئے ہوں گے لیکن جب اعلیٰ مصلحت ظاہر ہوئی تو ان کا دل اللہ کے حضور جھک گیا ہو گا دوسرا واقعہ ایک لڑکے کا قتل ہے جس کا امکان تھا کہ کفر و ضلالت میں گرفتار ہو گا اور اس طرح اپنے مؤمن

والدین کی دل آزاری کا باعث بنے گا گو اس سانحہ سے اس کے والدین کو صدمہ
 ہوا ہوگا لیکن جب اللہ نے ان کو نیک اولاد سے نوازا دیا ہوگا تو وہ یہ صدمہ بھول گئے
 ہوں گے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم یہ بھی پسند نہیں فرماتا
 کہ نیک والدین کی بری اولاد ان کے واسطے رنج و افسوس کا باعث بنے تیسرا واقعہ
 جس یہ بصیرت افروز سبق دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک والدین کی نیک اولاد کو کسی قسم
 کے نقصان سے دوچار فرمانا نہیں چاہتے اور ان کی ہر طرح حفاظت فرمائی جاتی
 ہے۔

اب حضرت موسیٰ کی شرط پر غور فرمادیں کیوں آپ چپ نہ رہ سکے اور ہونے
 والے واقعات کا ٹھیک ٹھیک وہی نتیجہ اخذ فرمایا جو عقل و خرد کے مطابق تھا یہ اس
 لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں کی مصلحتوں سے آپ کو آگاہ فرمانا چاہتے تھے اور
 یہ بھی شبہت تھی کہ خاص وقت تک آپ کا سفر رہے یہی وجہ ہے کہ دوسری دفعہ
 شرط ہارنے پر حضرت موسیٰ خود بخود فرماتے ہیں کہ اگر اب میں سوال کروں تو مجھے
 اپنے ساتھ نہ رکھنا گمان غالب یہی ہے کہ حضرت خضر کو اس سفر کی مدت کا بھی علم
 تھا اس واسطے وہ کسی دفعہ یہ شرط نہیں لگاتے کہ اب آپ نے پوچھا تو آپ میرے
 ساتھ نہ رہ سکیں گے بلکہ نہایت لطیف پیرائے میں صرف یہ ارشاد ہوتا ہے کہ
 میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے دست غیب
 کی اس حیران کن کارگذاری کو ذہن میں محفوظ رکھیے اور دوسرا واقعہ ملاحظہ فرمائیے
 یہ واقعہ ہے اللہ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یوسف
 ایک خواب دیکھتے ہیں کہ گیارہ ستارے بمو سورج اور چاند آپ کو سجدہ کر رہے
 ہیں۔ آپ یہ خواب اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان فرماتے
 ہیں حضرت یوسف کا خواب سن کر حضرت یعقوب نے فرمایا
 ”اے میرے بیٹے اپنے اس خواب کا حال اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ

وہ تیرے خلاف کسی منصوبہ کی تدبیریں کرنے لگیں یاد رکھو شیطان انسان کا صریح دشمن ہے اور اسی طرح تیرا پروردگار تجھے برگزیدہ کرنے والا ہے اور یہ بات سکھلانے والا ہے کہ باتوں کا نتیجہ و مطلب خواب کی تعبیر کیوں کر ٹھہرایا جائے جس طرح وہ پہلے تیرے بزرگوں حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق پر اپنی نعمت پوری کر چکا ہے اسی طرح تجھ پر اور یعقوب کے گھرانے پر بھی پوری کرے گا بلاشبہ تیرا پروردگار حکمت والا ہے“ (سورہ یوسف)

اس سے آگے حضرت یوسف کی طویل داستان حیات ہے بھائیوں کا بے گناہ کنوئیں میں پھینک دینا اور پھر خون آلود کرتے حضرت یعقوب کو دکھا کر رو رو کر کہنا کہ یوسف کو بھیڑا کھا گیا، حضرت یوسف کا قافلہ والوں کے ہاتھ آ کر بازار مصر میں فروخت ہونا، دیا مصر میں باوجود اجنبی ہونے کے ایک باعزت مقام حاصل کرنا آپ کے حسن و جمال پر عزیز مصر کی بیوی کا والہانہ عاشق ہونا اور اپنی مراد نہ پا کر حضرت یوسف کو بہتان کا نشانہ بنانا باری تعالیٰ کا حضرت کو اس بہتان سے سرخرو فرمانا، پھر بے گناہ جیل جانا اور پھر باعزت رہا ہو کر عزیز مصر کا مختار کل بننا بھائیوں سے دوبارہ ملاقات، حقیقی بھائی سے ملاقات اور پھر حضرت یعقوب سے ملاقات حضرت یوسف کی زندگی کے سارے واقعات بیان کرنے کی گنجائش نہیں لیکن جب طویل مدت کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام اور اپنے بھائیوں سے ملاقات ہوئی تو اس وقت کے حالات بیان کرنے ہمارے مقصد کے واسطے نہایت ضروری ہیں چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے :-

” پھر جب ایسا ہوا کہ یہ لوگ (حضرت یعقوب اور سارے بھائی جنہوں نے آپ کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا) یوسف سے ملے تو اس نے اپنے باپ اور ماں کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا اب شہر میں چلیں خدا نے چاہا تو آپ کے واسطے ہر طرح کی سلامتی ہے اور جب شہر

میں داخل ہوئے تو حضرت یوسف نے تخت پر اپنے والدین کو بٹھایا اور اس وقت ایسا ہوا کہ سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑے۔ اس وقت حضرت یوسف پکار اٹھے اے میرے باپ یہ ہے تعبیر اس خواب کی جو مدت ہوئی میں نے دیکھا تھا میرے پروردگار نے اس کو بیخ ثابت کر دیا یہ اسی کا احسان ہے کہ مجھے قید سے رہائی دی آپ سب کو صحرا سے نکال کر میرے پاس پہنچا دیا اور یہ سب کچھ اس واقعہ کے بعد ہوا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں اختلاف ڈال دیا تھا بلاشبہ میرا پروردگار ان باتوں کے لئے جو کرنی چاہیے بہتر تدبیر کرنے والا ہے بلاشبہ وہی ہے جو جاننے والا ہے اور

حکمت والا، (سورہ یوسف)

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو نہیں جس پر سہنائی نہ کرتا ہو لیکن ہمارا مقصد و مدعا محدود ہے اول یہ کہ آپ نے ایک خواب دیکھا جس کو اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض فرما دیا والد محترم نے تعبیر فرمائی اور جب ایک طویل مدت گزرنے کے بعد وہ مقام بزرگ حضرت یوسف کو نصیب ہوتا ہے تو والد اور بھائیوں کے سامنے اس کا برملا اعلان فرماتے ہیں کہ یہ ہے اس خواب کی تعبیر یعنی اس تمام داستان کا علم اللہ تعالیٰ کو تھا۔ ان واقعات نے ہونا ہوتا تھا ان کے لئے بہتر تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ تھا۔ دوم یہ کہ اس مقصد عظیم کی تکمیل کے واسطے بے شمار مصیبتیں آئیں لیکن سب میں سرخروئی اور کامیابی ہوئی جو محض فضل ربی تھا۔ سوم یہ کہ انسانی طاقتیں اس مقصد عظیم کی راہ میں یقیناً حائل ہوئیں لیکن اللہ کی تدبیر نے سب کو ناکام بنا دیا غور طلب بات یہ ہے کہ ایک ہونے والا واقعہ مدتوں پہلے حضرت یعقوب جان جاتے ہیں اور پھر جب حضرت یوسف اس مقام پر فائز ہوتے ہیں تو اس کی حروف بحرف تصدیق فرماتے ہیں کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ دست قدرت پوشیدہ طور پر اپنے کام میں

شدت سے مصروف ہے ضرور ایسا ہے کیونکہ یہ قول کسی عقل کا نتیجہ نہیں بلکہ پیغمبر حضرت
یوسف بن حضرت یعقوب بن حضرت اسحاق بن حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام
جلیل القدر پیغمبر کا فرمان ہے ہم میں کس کی مجال ہے کہ دم مار سکیں ۔

ذره ذره دہر کا زندانی تقدیر ہے !

پردہ مجبوری و لاچارگی تدبیر ہے !

اللہ تعالیٰ کے اس پوشیدہ ہاتھ کا علم ہونے کے بعد کیا ہم یہ باور کرنے پر مجبور
نہیں ہو جاتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش بھی اسی دستِ غیب کی کڑی نگرانی
میں ہوئی اور انہیں عام انسانوں جیسی زندگی عطا نہیں فرمائی گئی یہی وجہ ہے کہ حضور
کی زندگی مبارک جو پیش از نبوت گذری بذاتِ خود لاثانی ہے اور قرآن حکیم آپ کی اس
پاکیزہ زندگی کو آپ کی صداقت پر دلیل لاتبے ہے یہ اسی دستِ غیب کی کرشمہ سازیاں
تھیں کہ حضرت سیدہ سلیمہ جب آپ کو لے کر واپس گاؤں جا رہی تھیں تو آپ کی اونٹنی
مستانہ وارد وڈ رہی تھی اور اپنے تمام ہمسفروں سے آگے تھے حالانکہ یہی اونٹنی
جب مکہ معظمہ آئی تھی تو چل بھی مشکل سے رہی تھی اور سب سے پیچھے تھی جب ساتھیوں
نے یہ دیکھا تو حیرت و استعجاب میں ڈوب کر وجر پوچھی لیکن اس وقت حضرت سیدہ
کو بھی کیا علم تھا کہ ان کی گود میں عام انسانی بچہ نہیں بلکہ وہ عظیم ہستی ہے جن کے انتظار
میں گردشِ لیل و نہار ہزاروں برسوں سے بے تاب ہیں حضرت سیدہ کی عقل و دانش
اس بات کا فیصلہ کرنے سے قاصر تھی کہ کس طرح ایک معصوم بچہ اپنے رضاعی بھائی
کے ساتھ زیادتی نہیں فرماتا اور اپنے حوضے کے دو دھڑ پر صابر و شاکر رہتے ہیں ایک عام
انسانی بچہ ان اوصاف کا مالک ہو سکتا ان سب باتوں کا اٹل جواب صرف
یہ ہے کہ سید الکونین کی پرورش نفاقِ اکبر نے ایک امتیازی شان سے فرمائی تھی
اور اس کا دستِ غیب دنیا والوں کی آنکھوں سے اوٹھل بہ وقت شاہِ روہماں کی
نگہداشت میں مصروف تھا آپ کی حیاتِ اقدس ایسے واقعات سے بھری پڑی
ہے کہ عام بشریت کے تقاضے وہاں دم نہیں مار سکتے ۔

پیدائش اور زندگی کے مراحل سے گذر کر اب ہم موت کے مرحلہ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بندوں کی موت درحقیقت موت نہیں بلکہ دنیا سے صرف روپوش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ شہداء کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :-

” آپ نہ سمجھیں کہ جو لوگ قتل ہوئے اللہ کی راہ میں وہ مردے ہیں نہیں بلکہ

وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں خوش ہیں اس پر

جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے “ (سورہ ال عمران)

پیشتر اس کے کہ مندرجہ بالا آیت پر غور کریں آپ یاد فرمائیں کہ بشر قرآن حکیم کے الفاظ میں کس مفہوم میں ادا ہوا ہے یعنی جو شکل و صورت انسان کی رکھتا ہو اور اس کی ضروریات زندگی جسم و جان کے تقاضے پورے کریں اس لحاظ سے تمام نوع انسانی ایک وحدت ہے اور ہر ایک بشر کھلانے کا مستحق ہے لیکن اس وحدت کے فوراً دو گروہ بن جاتے ہیں ایک ایمان والے دوسرے کافر، دونوں کی حالتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کافر باوجودیکہ انسانی اعضاء اور جسم و جان ایک جیسا رکھتے ہیں لیکن راہ حق کے منکر ہیں لہذا کتے کی مثال اور چار پاؤں جیسے ہو گئے ان کے ہاتھ، کان پاؤں اور دل اس کے مستحق نہیں کہ ان کو یہ نام دیا جائے کیونکہ وہ ان اوصاف سے محروم ہو گئے جو ان کا خاصا تھا۔ انسانیت اور بشریت کے مقام سے یہ اسی وقت گر گئے جب اللہ سے انکار کیا اب جوں جوں اس انکار اور کفر و ضلالت میں بڑھتے جائیں گے ان کا مرتبہ و مقام گرتا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسفل السافلین کی تارک ترین گھاٹی میں داخل ہو جائیں گے۔ اور اللہ کے قہر و غضب کا شکار ہوں گے۔

دوسری جانب ایمان والے ہیں بشریت میں وہ برابر ہیں لیکن جو نہی وہ مومن ہو گئے اللہ پر ایمان لانے ان کو ایک نیا نام عطا فرمایا گیا اور یہ نام ہے اللہ کا بندہ ہے اور جوں جوں یہ اپنے ایمان میں پختہ ہوتے جائیں گے ان کے مراتب بلند ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ ان کی منزل منتہا جمال کبریا بن جائے گی سے

شعلہ درگیر زور دشمن و خاشاک من !!

(اقبال)

مرشد رومی کہ گفت منزل ما کبریا است

ان نیک بندوں میں بھی مراتب ہیں جن کا ذکر سورہ نسا میں ہے اور وہ مراتب میں نبی، صدیق، شہید اور صالح۔ نبی کا وہ بلند مقام ہے جہاں کسی محنت سے نہیں پہنچا جاسکتا گویا ایک عام بندہ زیادہ سے زیادہ صدیق کے مرتبہ پر فائز ہو سکتا ہے نبیوں میں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو علیحدہ علیحدہ مرتبہ عطا فرمایا ہے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے علمائے امت اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ سید الانبیاء والمرسلین ہیں۔

اب آپ غور فرمائیں قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت پر جو شہداء کی فضیلت بیان فرما رہی ہے ارشاد ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہوں ان کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اس دنیا سے روپوش ہونا ان کو مردہ نہیں بنا دیتا اور زندگی کے ثبوت میں زندگی کی ایک اہم ضرورت روزی کا ذکر بھی فرمادیتا کہ کوئی غمگین و شبہ نہ رہے معلوم ہوا کہ موت جو عام انسانوں کو آتی ہے اس میں اور اس موت میں جو شہداء کو آتی ہے بہت نمایاں فرق ہے ایک کو ہم مردہ کہہ سکتے ہیں دوسرے کو نہیں یہ بشر کی آخری کڑی تھی جو اللہ کے بندوں کے بندوں کے واسطے جدا ہو گئی اب آپ سوچیں کہ شہداء کو یہ عظیم مرتبہ کیوں ملا جو اب سے نبی کی اطاعت میں اور شہداء کا مقام صدیق کے بعد آتا ہے کوئی پوچھے صدیق کیسے بنا تو بھی جو اب سے نبی کی اطاعت میں۔ اب جب کہ نبی کی اطاعت مقام اول (صدیق) نہیں بلکہ مقام دوم (شہداء) کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ موت بھی ان کو نہیں مار سکتی تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مقام اولیٰ کے مقیم بھی موت سے نہیں مر سکتے اور جب اطاعت گزاروں کا یہ حال ہو تو جس مقدس ہستی کی اطاعت میں یہ مقام میسر آئے وہ یقیناً ان سب سے بلند ہے موت تو اسے چھو بھی نہیں سکتی یہ ایک نبی کا مقام ہے اور جب ایک نبی کا یہ مقام ہو تو لاکھوں بندوں کے جو سردار ہیں ان کے حق میں موت کی کیا حقیقت رہ جا

گی بالکل مفسر

نظر آئے گا اسی کو یہ جہان دوش و فردا

جسے آگنی میسر میری شوخی نظارہ (اقبال)

پس ثابت ہوا کہ نبی کی پیدائش زندگی اور موت کوئی چیز بھی عام بشر کی طرح نہیں ہو سکتی یہ وہ پاک و برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کی پیدائش کا انتظام سالہا سال، پہلے سے شروع ہو جاتا ہے اور کارکنانِ قدرت کا مخفی ہاتھ اپنی جولانیاں دکھانے میں لگ جاتا ہے یا فرمائیے فرعون مصر کی پیش بندیاں دربار کے چوٹی کے نجومی فرعون سے کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تمہاری حکومت کو نیست و نابود کر دے گا عقل و دانش کو خدا سمجھنے والا اور خدائی کا دعویٰ رکھ دیتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ہر لڑکے کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے لیکن اس کے باوجود حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور اسی فرعون کے گھر چلے، اور جوان ہوئے جو ان کی موت کا خواہاں تھا مشیتِ ایزدی کا اعلان بوقت پیدائش سینے سورہ القصص میں ارشاد ہے۔

” اور ہم نے حکم بھیجا حضرت موسیٰ کی والدہ کو کہ اس کو دودھ پلا اور جب تجھ کو ڈر ہو اس کا تو ڈال اس کو دیا میں اور بالکل نہ خوف کریں نہ غم ہم پھر اس کو تیسری طرف پہنچا دیں گے اور کریں گے اس کو رسولوں میں سے“

معصوم بچہ پیدا ہوتا ہے ماں غم سے نڈھال ہو جاتی ہے کہ نہ جانے کس وقت ظالم فرعون کے ظالم کارندے آکر اس کا خاتمہ کر دیں حکمِ ربانی ہوتا ہے کہ آپ سے آرام سے دودھ پلا کر دریا کی لہروں کے حوالے کر دیں ہم اس کے تنگنہاں میں عنقریب دوبارہ آپ سے ملایا جائے گا اور یہ کہ اس کو مرسلین میں کیا جائے گا۔ سنتِ موسیٰ کی والدہ معصوم بچہ کو دریا کی لہروں کے حوالے کر دیتی ہیں جو فرعون مصر کے محلات کے نیچے سے گذرتا ہے کوئی شخص حضرت موسیٰ کو دریا کی لہروں سے

اٹھایا ہے اور ملکہ غالیہ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے ملکہ معصوم بچے کو لے کر اُسے
 دل و جان سے چاہنے لگتی ہے اور پھر فرعون آجاتا ہے اور غنہ سے پھینکا رہتا ہے
 لیکن ملکہ اسے ٹھنڈا کرتی اور فرماتی ہے کہ کتنا خوبصورت بچہ ہے شاید ہم اس کو اپنی
 اولاد بنا لیں فرعون مان جاتا ہے اور دودھ کے واسطے دایہ کی تلاش شروع ہو جاتی
 ہے حضرت موسیٰ کسی دایہ کا دودھ نہیں پیتے آپ کی بہن قریب کھڑی سے دہ اپنی دایہ کا
 پتہ دیتی ہیں اور چند لمحوں بعد ماں کا لال پھر اپنی حقیقی ماں کی آغوش شفقت میں شاداں
 دودھ پی رہا ہوتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس بات کی قدرت نہیں رکھتی کہ پرورش
 کا ایسا انتظام کر سکے جانی دشمن کے محل میں پرورش اپنی حقیقی ماں کی آغوش
 شفقت میں اور کسی کو معلوم نہیں کہ بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا ہے۔ اللہ اکبر

تو جو چاہے تو اٹھے سینہ صحر سے جناب

تیری رحمت تو وہ ہے جس کی نہ حد ہے نہ حساب

میں نے حضرت موسیٰ کی پیدائش کا واقعہ نہایت اختصار سے لکھا ہے۔

قرآن کریم میں متعدد سورتوں میں آپ کی حیات اقدس کا ذکر موجود ہے مقصد

صرف یہ ہے کہ نبی کی پیدائش اور پرورش کے واسطے جو خاص انتظام کیے جاتے

ہیں وہ ناظرین پر واضح ہو جائیں اور انبیاء کا جسم و جان ہماری طرح کا ہونا ان کو بر

بشر کی طرح نہیں بنا دیتا آپ حضرت یوسف کا واقعہ یاد فرمائیں جب عزیز مصر کی

ملکہ اور مصری عورتوں کا دام فریب تار تار ہو جاتا ہے تو سب یک زبان ہو کر

پکار اٹھتی ہیں کہ یہ کوئی انسان نہیں فرشتہ ہے غور فرماویں تو مصری عورتوں

نے بشر کی بہت عمدہ نشاندہی کی ہے یعنی ایک بشر عورتوں کے دام فریب سے

بچ نہیں سکتا۔ حسن بھی ہو، حکومت بھی ہو پھر سپردگی کی دیوانگی بھی ہو تو بشر بیچارہ

کیا کرے گا اور جو اس جال سے نکل جائے وہ یقیناً عام بشر نہیں ہو سکتا یہ ایک

ایسا مقام ہے جو نہایت گہرا مطالعہ اور غور و فکر چاہتا ہے اور یہ بھی ذہن میں

رہے کہ انبیاء کرام پر بشر ہونے کا اعتراض کفار نے کیا تھا اور کسی مسلمان کو

ان کا ہم زبان ہونا کہاں زیب دیتا ہے۔

بشر کی صفات اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو کوئی اعضاء جسمانی اور

شکل انسانی رکھتا ہو وہ سب کے سب ایک جیسے ہیں تو ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ قرآن کریم کے ان مقامات پر غور فرماویں جہاں انسان کی اجتماعی صفات بیان فرمائی گئی ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے انسان ظالم اور جاہل ہے تو کیا یہ ظالم اور جاہل ہونا ہر انسان کے لیے لازم آئے گا سوڑا نبیاء میں ارشاد ہے خلق الانسان ضعیفاً و انسان کو ہم نے کمزور بنایا اسی طرح سورۃ المعارج میں فرمان باری ہے۔

”بے شک انسان بنا ہے جی کا کچا جی بپڑے کوئی برائی تو گھرا ہے اور جب پہنچے خیر تو نہ دینے والا ہو“

سورۃ العنکبوت میں ارشاد ہے ان الانسان لویہ لکنود انسان اپنے رب کا ناشکر ہے۔ دوسری سورۃ میں ارشاد ہے۔

”قسم ہے یوم قیامت کی اور قسم ہے نفس لوامہ کی کیا خیال کرتا ہے انسان کہ جمع نہ کریں گے ہم اس کی ہڈیاں“

یقیناً ہڈیوں کو جمع کیا جائے گا اور کوئی اللہ کا بندہ اس سے منکر نہیں ہو سکتا لیکن یقیناً کچھ منکر موجود ہیں جن کی خاطر اتنی تاکیدی آیت نازل فرمائی گئی اور بلاشبہ ایسے منکر بھی تو بشر ہی تھے۔

اسی طرح انسان کی فطری اور طبعی کمزوریوں کا ذکر بار بار فرمایا گیا جن سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن مجھے پورا پورا یقین ہے کہ کوئی مسلمان معاذ اللہ کسی نبی کی شان اقدس میں ظالم، جاہل، جی کا کچا، رب کا ناشکر گزارا اور قیامت کا منکر جیسے الفاظ استعمال نہیں کرے گا اگر کرے گا تو قرآن حکیم کی صریح خلاف رزی کرے گا وہ دائرۃ ایمان سے خارج تصور ہوگا پس یہی حال بشر کا سمجھیں اور

اسی طرح اس کی ہمہ گیری کو محدود رکھیں میرے خیال میں صحیح راہ یہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ قسداً حکیم کی روشنی میں بشر ہونا بھی کارے دار ہے۔

ممکن ہے بعض حضرات کے دل میں خیال پیدا ہو کہ میں نے ایسی بات کہی ہے جو عقل کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی جو عقل کے تقاضے پورے نہیں کرتی تو عقل کو امام بنانے والوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ عقل بیچارہ کی بساط ہی کیا ہے جسے نہیں معلوم کہ وہ خود کیا ہے کیا موجودہ زمانہ کی سائنسی ایجادات کا چند سال پہلے تصور بھی کیا جاسکتا تھا عقل تو اس وقت بھی تھی یا کیا آپ سوچ سکتے ہیں آئندہ چند سال میں کیا ہونے والا ہے کیا آپ اپنی عقل پر بھروسہ کر سکتے ہیں کہ جو فیصلہ یہ آج دے رہی ہے یہی دس سال بعد دے گی یا دس سال پہلے اسی کا یہی فیصلہ تھا جو آج ہے کیا عقل اس مسئلہ کا حل ڈھونڈ سکتی ہے کہ ایک سی کوشش ایک سے نتائج کیوں برآمد نہیں کرتی جس کسوٹی کی یہ حقیقت ہو اس کو کس طرح منصف ٹھہرایا جاسکتا ہے حضرت اقبال رہنمائی فرماتے ہیں —

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور

چراغِ رام ہے منزل نہیں ہے

لہذا لازم آتا ہے کہ ایسے نازک موقع پر عقل فرمایہ کے ہاتھوں سے زمام عیش چھین کر دل کے ہاتھ دے دینی چاہیے کیونکہ یہ وہ نازک مقام ہے جہاں عقل و خرد کی موٹگاہاں دھوکہ کھاتی رہیں گی۔

خرد سے رہبر روشن بھر ہے

خرد کیا ہے چراغِ رگبزر ہے!

درون خانہ بنگانے میں کیا کیا

چراغِ رگبزر کو کیا خبر ہے

اس ساری بحث کے باوجود آپ اگر ذرا غور فرمادیں تو یہی حضرات جو بشر کو اتنی وسوسہ دینا چاہتے ہیں کہ اپنے موجد ہونے پر مہر ثبت کر سکیں ان

کا اپنا دل بھی ان کی تحقیق پسند نہیں کرتا ان حضرات کے نام پر اگر آپ توجہ فرمائیں تو اصلی نام کا دور دور تک پتہ نہیں چلے گا کہیں کسی نے سید کا نام تھا ما کوئی صدیقی، کوئی فاروقی کی چادر اوڑھے پھر رہا ہے۔ بابر، اکبر، اور ننگریب بلبن یا التمش کے اصلی نام کیا تھے تو یہ سارا کیا چکر ہے کیوں نصیر الدین یا جلال الدین امام پسند نہیں رہے موجودہ دور کے بڑے بڑے علماء، صوفیاء اور شعراء تک کا اصلی نام کم کو معلوم ہو گا بہت سے ایسے ہیں جو اپنے آپ کو مولانا، سیدنا، حضرت صاحب یا امام صاحب کہلوانا پسند کرتے ہیں یہ سب جھنجھٹ محض انا کی تسکین ہے عام انسانوں سے ذرا بلند سطح پر رہنے کی تمنا ہے عوام کے خادم تک عوام سے دور بھاگتے ہیں اور قائد عوام کہلاتے ہیں یہ سب کچھ اگر جائز ہے تو پھر میں جو مثل کہا گیا ہے وہ مخصوص اور محدود معنوں میں رہنے دیجئے خاص طور پر جب اللہ کے پیاروں کا ذکر ہو رہا ہو جن کا حال اللہ ہی جانتا ہے

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفسان کی
الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

تَحْقِيقِ اِسْمِ اَدَمَ



طلسیم بود و عدم جس کا نام ہے آدم
 خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پہ سخن
 اگر نہ ہو تجھے اُکھن تو کھول کر کہہ دوں
 وجودِ حضرتِ انسان نہ روح ہے نہ بدن



(اقبال)

- تخلیقِ آدم
- مشیتِ ایزدی
- تخلیقِ آدم
- مسجودِ ملائک
- انکارِ ابلیس
- عقل و عشق
- خروج از جنت
- ابلیس کی شکست

تخلیق آدم

مشیت ایزدی

پہلے باب میں بشر کی حقیقت اس کا مفہوم اور مومن و کافر کا فرق عرض کیا گیا ہے اس فرق کو سمجھنے کے واسطے ضروری ہے کہ حضرت آدم کی تخلیق کا مطالعہ کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ خالق اکبر نے اپنے بندوں اور منکرینِ حق کے مقامات میں جو تفاوت رکھی ہے وہ کتنی صحیح ہے۔

ذرا تصور کیجئے اس زمان و مکان کا جب خالق کل نے زمین و آسمان، سمندر پہاڑ، دریا، چاند، ستارے، فرشتے اور جن پیدا فرما دیئے اور خود ذاتِ باری تعالیٰ شانِ کبریائی سے تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہیں کائنات کی ہر شے ذکر و تسبیح اور حمد و مجید میں ڈوبی ہوئی ہے سب کے سر حضورِ حق میں سجدہ ریز ہیں کسی کو مجال نہیں کہ دم مار سکے ساری بقا سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کے نعرہ طے مستان سے معمور ہے مہرِ عالمتاب کو تاج زر، چاند کو چاندنی ستاروں کو تابندگی شبنم کو رونا گل کو ہنسنا بل چکا تھا اور ہر کوئی اپنی قسمت پر نازاں تھا پھولوں کو سرخ و سپید اور درختوں کو ہرے بھرے لباس سے سجایا جا چکا تھا گویا تمام کائنات نور میں منور کر دی گئی اور ہر چیز اپنے خالق کے آگے سر بسجود تھی۔

یہ ایک مشیتِ ایزدی کا اعلان ہوا۔ اِنی جاعل فی الارض خلیفہ

”میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں“

شُرک کا صحیح مفہوم

قرآن حکیم کا بغور مطالعہ اس اہم نکتہ سے پردہ اٹھاتا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کے رسول اس دنیا میں تشریف لائے اور بھٹکی ہوئی قوم کو راہِ ستقیم کی طرف بلایا ہمیشہ یہی ہوا کہ قوم کا سوادِ اعظم اس ذاتِ اقدس کا جانی دشمن بن گیا جس کے مبارک لبوں سے نعرہٴ توحید بلند ہوا انسانی ذہن و فکر نے ہر وہ حربہ آزما یا جس سے ایسے بزرگ و برتر انسان کی شکست یا حوصلہ شکنی کی ذرا بھی امید کی جاسکتی تھی تاریخ کا مطالعہ بھی اس امر پر شاہد ہے کہ طاغوتی طاقتیں ہمیشہ متحد ہو کر نورِ ربانی کو مٹانے کے درپے رہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہمیشہ سچ ثابت ہوا ہا کہ جاء الحق و دھق الباطل مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کیا شیخ فرمایا

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

سورۃ التوبہ میں فرمانِ باری ہے :-

”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی اپنی پھونکوں سے بجھادیں حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ روشنی پوری کیے بغیر رہنے والا نہیں اگرچہ کافروں کو پسند نہ آئے“

کفر و باطل کی فوجوں نے آخری معرکہ آرائی سے پہلے ہمیشہ طعن و تشنیع سے اپنا مقصد نکالنا چاہا اور اللہ کے برگزیدہ رسولوں کو کبھی محنوں کہا، کبھی شہیدہ باز، کبھی جادو گر، کبھی شاعر اور کبھی جاہ و مرتبہ کا متمنی چونکہ نبی کے ادلیں محتاط ہمیشہ شرک و گمراہی کی ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے ہوتے تھے ہر قبیلہ کے کئی کئی خدا اور کئی قسم کی مکروہ رسومات ہوتی تھیں اس واسطے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ نبی یا رسول کو ما فوق الفطرت ہستی ہونا چاہیے جو خدا کا برگزیدہ ہے وہ اس بات کو سمجھنے میں دقت محسوس کرنے لگتے

کائنات تھم گئی، فرشتوں کو حیرت ہوئی اور ڈرتے ڈرتے عرض کر ہی دی کہ بارالہا کیا ایسی ہستی کو خلیفہ بنایا جا رہا ہے جو زمین میں خرابی پھیلائے گا اور نوحوں ریزی کرے گا حالانکہ ہم جھنور کی حمد و ثنا کرتے ہیں پاکی و قدوسی کا اقرار کرتے ہیں۔ نہ جانے فرشتوں نے یہ باتیں کیسے عرض کر دی تھیں بہر حال دل کی بات زبان پر آ ہی گئی لیکن باری تعالیٰ نے فرمایا میری نظر جس حقیقت پر ہے اس کی تمہیں خبر نہیں باری تعالیٰ کا اٹل فیصلہ سن کر فرشتے حمد و تجید میں محو ہو گئے اور پھر لب کشائی کی ہمت نہ ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ حضرت انسان کو پیدا فرما کر حمد و ثنا سے کچھ زیادہ چاہتے والے تھے ورنہ کائنات کا ذرہ ذرہ محو تسبیح تھا کیا سراپا حسن و جمال کو عاشق جانباز کی ضرورت تھی؟

نہ کر تقلیدائے حیریل میرے جذب دستی کی

تن آساں عرشوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ

(اقبال)

آگے چلنے سے پہلے مشیت ایزدی کو اچھی طرح ذہن نشین فرما لیجئے اب آپ سوچیں کہ نائب کا کام کیا ہے اپنے مالک کے احکام کی مکمل پیروی جب تک نائب میں اطاعت، دیانت، امانت قائم رہے گی مالک کا احسان و کرم بڑھتا جائے گا درجات بلند ہوتے جائیں گے یہی کچھ آپ حکمرانوں میں بھی دیکھتے ہیں کیا آپ کے ذہن میں کوئی ایسی حکومت یا ایسی ریاست آسکتی ہے جہاں مملکت کے سربراہ کا نائب اس کی حکم عدولی بھی کرے اور پھر زندگاتے ہوئے اس کی بادشاہی میں پھرتا بھی رہے جو اب یقیناً نفی میں ہوگا ہمارے سر شرم و ندامت سے جھک جانے چاہئیں کہ ہم بہ کمال بے حیائی اپنے مالک کی حکومت میں اس کی جملہ نعمتوں سے سرفراز بھی ہیں لیکن کبھی ہوا کر بھی خیال نہیں آتا کہ اس مالک کے احکام کا بھی خیال رکھیں جس کی قدرت اتنی عظیم ہے کہ ایک لمحہ میں کائنات کو نیست و نابود کر دے معلوم ہوا کہ نائب

پیدا فرمانے کا مقصد احکام ربانی کی اطاعت اور زمین میں ان کی تبلیغ تھی۔

تقدیر کے پابند جمادات نباتات
مؤمن فقط احکام الہی کا ہے پابند

اب آگے چلیں قرآن کریم میں ارشاد باری ہے :
”جب فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ میں بناتا ہوں مٹی سے
انسان پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو
اس کے آگے سجدے میں گر پڑو“ (سورہ ص)
سورہ حجر میں ارشاد گرامی ہے :

”بلاشبہ یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو خمیر اٹھائے ہوئے گائے
سے بنایا جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے اور اس سے پہلے ہم جنوں کو ہوا
کی جلتی ہوئی گرمی سے پیدا کر چکے تھے اور جب ایسا ہوا کہ آپ کے
پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں خمیر اٹھے ہوئے گائے
سے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں تو جب میں
اُسے درست کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو پہلے
کہ تم سب اس کے آگے سر بسجود ہو جاؤ“

مندرجہ بالا آیات قصہ آدم کی ابتدائی کڑیاں ہیں اس کی تخلیق مٹی سے ہوئی
لیکن ایسی مٹی سے جس کا خمیر اٹھ چکا تھا کوئی انسان اندازہ نہیں کر سکتا کہ مٹی
کے خمیر اٹھنے میں کتنی صدیاں گزری ہوں گی جب خمیر اٹھ گیا اور پھر سوکھ کر بجنے
لگا تو حضرت انسان کا جسم تیار کیا گیا جسم تیار ہو گیا تو بشر بن گیا اس مقام پر
بھی وہ حضرات غور فرمائیں جو بشر یعنی عام انسان جیتے ہیں یہاں قرآن حکیم جسم
کو بشر فرما رہا ہے جو مٹی سے تیار کیا گیا آگے ارشاد ہے اور جب اس میں
اپنی روح پھونک دوں تو چاہیے کہ تم سب اس کے آگے سر بسجود ہو جاؤ

معلوم ہوا کہ ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم اس وقت تھا جب انسانی ہیولی میں ،
روح پھونکی جائے ، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روح کیا ہے قرآن حکیم اس
کے جواب فرماتا ہے ”روح اللہ کے حکم سے ہے“ یہی وہ لطیف راز ہے
جس کی طرف حضرت علامہ اقبال نے اشارہ فرمایا ہے

طلمس بود و عدم جس کا نام ہے آدم
خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پر سخن
زمانہ صبح ازل سے رہا ہے محو سفر!
مگر یہ اس کی تک و دو سے ہوسکا نہ کہن!
اگر نہ ہونجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں!

وجود حضرت انسان نہ روح ہے نہ بدن

جسم مٹی سے بنایا گیا اس میں روح پھونکی گئی روح اللہ کے حکم سے
ہے دیکھیے اور سوچیے انسان کیا بن گیا مٹی کا حقیر ذرہ جب حکم بنتا ہے تو اس
کی وسوت کا کیا کہوں۔ مومن کا یہ مقام بلند بزبان حضرت علامہ اقبال سے

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن!
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں، قرآن

قرآن ایک دستور العمل ہے اللہ کے احکام کا مومن ان احکام الہی
میں سے ایک حکم ہے لہذا قرآن بن گیا اب اس پر لازم آتا ہے کہ جس چیز
کا یہ حصہ ہے اسے من و عن اپنالے اور قرآن کی مکمل تفسیر بن جائے۔

روح کی اہمیت جاننے کے بعد آگے چلیے انسانی ہیولی تیار ہے اللہ
کی روح پھونکی جا چکی ہے اب حضرت آدم کائنات ارضی کے مقابل کھڑے
کر دیئے جاتے ہیں اور افضل ترین مخلوق ملائکہ سے خالق کائنات مخاطب ہیں
کچھ چیزیں پیش کی گئی ہیں اور حکم ہوا بتاؤ ان اشیاء (خالق) کا نام کیا ہے
اگر تم اپنے اس شبہ پر درستی پر ہو جو تم نے ابھی ابھی تخلیق آدم کی مشیت کے

وقت ظاہر کیا ہے فرشتے حیران و پریشان ہو کر عرض کرتے ہیں الہی ساری پاکیاں اور بزرگیاں آپ کے لیے ہی ہیں ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھلایا ہے بیشک تو بڑے ہی علم اور حکمت والا ہے ہم اس سوال کا جواب نہیں جانتے۔
فرشتوں کا مجز و انکساری سے لاعلمی کا اظہار پا کر حضرت آدم کو مخاطب فرمایا جاتا ہے کہ اے آدم تم ان حقائق کے نام بتلاؤ حضرت آدم کو ان حقائق کا علم باری تعالیٰ نے عطا فرمادیا تھا اس لیے آپ نے حقائق کا نام بتلادیا اور فرشتے حیرت اور استعجاب میں ڈوب گئے اور کوئی پکارا اٹھا۔

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیداشد

حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیداشد

خالق اکبر نے حضرت آدم کو جملہ کائنات پر بزرگی عطا فرما کر اخی اعلم مالک تعلمون کو بیخ ثابت فرمادیا اور تمام فرشتوں کو حکم فرمایا کہ آدم کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ تمام فرشتے باری تعالیٰ کا حکم پاتے ہی آدم کے آگے سجدہ میں گر گئے لیکن ایک ہستی ایسی بھی تھی جس نے آدم کو سجدہ نہ کیا اور تہنی ہوئی گردن لینے کھڑ رہا جب سے کائنات بنی تھی یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایک مخلوق نے اللہ کا حکم ماننے سے گریز کیا تھا۔ اور وہ تھا ابلیس یعنی شیطان اور انسان کی تخلیق کے بعد اس کی عزت و عظمت کا یہ سب سے پہلا موقعہ تھا جب اللہ نے اسے بزرگی عطا فرمائی لیکن شیطان نے اس کی عظمت و عزت سے بغل کر خالق اکبر کے حکم سے روگردانی کر دی تھی دنیا میں عزت اور نیک نامی ایک ایسی بیش بہا دولت ہے کہ کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہو گا جو اس کے حصول کے واسطے جان جو کھوں میں ڈالنے سے گریز کرے اور جو نہی کسی کی عزت پر زد پڑتی ہے تو وہ اپنی ہر متاع عزیز عزت اور عظمت کے تحفظ میں لٹانے پر تل جاتا ہے دنیا کی تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ لاکھوں کروڑوں جانیں عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر قربان کر دی گئیں۔ کتنی ہی آبادیاں، سرسبز و شاداب کھیتیاں اسی آن کو برقرار رکھنے کے واسطے